بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بڑی بابرکت علامت ہے کہ نظامِ اسلامی کی سمت میں واضح اقدامات کا وقت ربیع الاوّل کے اُس مبارک مہینے میں آرہا ہے جس میں خدا کی طرف سے اس پیغمبرِ فلاحِ انسانیت کی بعثت ہوئی جس نے اسلام سکھایا، جس نے اسلامی تحریک برپا کی، جس نے ناسازگار ماحول اور مخالف و مزاحم قوتوں کے ہجوم سے لڑکر اسلامی نظام کو استوار کیا، اور تاریخ میں اجتماعیت کے ایک نئے نقشے پر عملاً ایک بہترین معاشرے کو چلاکر اقوامِ عالم کے لیے نمونہ و معیار فراہم کر دیا۔

اس مرتبہ کے ماہ ربیع الاوّل میں واقعۂ میلاد النبیؐ کی یاد تازہ کرتے ہوئے، سورۂ اعراف کی آیت ۱۵۷[1] کو مرکزِ نظر اور محورِ فکر اور لائحہ عمل بنانا چاہیے۔ اس آیت میں خدا کے آخری رسول و نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کارنامۂ عظیم کو ذیل کے اجمالی اشارات میں بیان کیا گیا ہے:

۱- یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ۔	وہ انہیں (یعنی اتباع کرنے والوں کو) نیکیوں کا حکم دیتا ہے، اور اُن کو برائیوں سے روکتا ہے۔
۲- وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔	وہ اُن کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو اُن کے لیے حرام ٹھیراتا ہے۔

[1] آیت کے آغاز میں "اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ ......" کے الفاظ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴- وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ - | اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے -

آیت بتاتی ہے کہ فلاح اُن لوگوں کے لیے ہے جو اِس الرسولؐ النبی کے ساتھ ہو کر ایمان لائے، اور جنہوں نے (اُس کی جدوجہد میں) اُس کا ساتھ دیا، اور اُس کی مدد کی، اور جنہوں نے اُس نُور کی پیروی کی جو اُس الرسولؐ النبی کے ساتھ اُتارا گیا ہے -

یعنی بات اتنی ہی مطلوب نہیں کہ "کچھ بھی ہیں لیکن تیرے محبوب کی امت میں ہیں" بلکہ مطالبہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد رسولؐ کے مقصد اور مشن کی علمبرداری کی جائے، اُس کی سعی و جہد میں دل و دماغ اور جان و مال کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا جائے (اور یہ مقصد اور مشن آج بھی باقی ہے) اور اُسے اور اس کے دین کو باطل قوتوں کے خلاف غالب کرنے کی مہم میں شریک ہو کر زور لگایا جائے، اور پھر ابتدا سے لے کر انتہا تک الرسولؐ النبی کے ساتھ نازل شدہ قرآنی نورِ ہدایت کی پیروی کی جائے یہ ہے فلاح کی راہ -

دعوت و تحریکِ نبوت کے جو تین پہلو اس آیت میں بیان کیے گئے ہیں، وہ ہر اس فرد، ہر اس جماعت، ہر اُس حکومت اور قیادت کا لائحہ عمل ہیں جو الرسولؐ النبی کی اُمت میں داخل ہو اور اس سے وابستہ رہنا چاہے - درحقیقت یہ اسلام کا مختصر سا ایک چارٹر اور ایک اعلامیہ ہے -

---

آج کا مبارک مرحلہ جب کہ حکومت اور اُس سے تعاون کرنے والی جماعتیں اور اُن کے پیچھے عوام کی صدہا صفیں اسلامی نظام کا قیام چاہتی ہیں، ہم سب کو اِس آیت سے خاص رہنمائی حاصل کرنی چاہیے -

آیت کے آغاز سے پہلی بات یہ سامنے آتی ہے کہ نظام اسلامی کا نفاذ اور عملاً اس کے تقاضوں کا اجرا ایسے لیڈروں، ایسے افسروں اور ایسے کارندوں کے ذریعے ممکن ہے جو خود الرسولؐ النبی کا اتباع کرنے والے ہوں - ہر طرح کے الم غلم لوگ اگر نظام اسلامی کے قیام کے مقدس مشن پر لگا دیے جائیں تو سوچنے کی بالاترین سطح سے لے کر عملی اقدامات کی آخری نچلی سطح تک ہر مرحلے میں غلط عناصر مزاحمت کرتے رہیں گے اور متضاد قوتوں کو جوڑ جاڑ کے رکھنے اور سب کو راضی رکھنے کے لیے اسلام میں اتنی

کر بیونت ہو جائے گی کہ اُسے پہچاننا مشکل ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض عناصر کے لیے حضورؐ سے فرمایا گیا کہ وَاحْذَرْهُمْ (المائدہ۔۴۹) یعنی اُن کے بارے میں محتاط رہو اور اندیشہ رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نازل شدہ ہدایت کے خلاف یہ تمہیں کسی ہیر پھیر میں ڈال کر مبتلائے فتنہ کر دیں اور کہیں باہر سے مزاحمت اور اندر سے رخنہ اندازی کرنے والی قوتوں کے متعلق ہدایت دی گئی ہے کہ "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" (التوبہ۔۷۳، التحریم۔۹)۔ یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ مداہنت اور مصلحت کا معاملہ کرنے کے بجائے ان کو سختی سے دبا کے رکھا جائے۔ بلکہ صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ اُن کی سرکوبی ہو جانی چاہیے کہ یہ سر نہ اُٹھا سکیں۔

مگر یہاں حال یہ ہے کہ اسلام کے مخالفین اور منحرفین ہر مرحلے پر، ہر معاملے میں اچھا خاصا زور دکھا رہے ہیں۔

یہ صورت اگر قائم رہے تو موجودہ دورِ تضاد سے نکل کر ہم لوگ زیادہ خطرناک دورِ تضاد میں داخل ہو جائیں گے۔ موجودہ دورِ تضاد کی حقیقت تو اتنی ہے کہ معاشرے میں پچھلی ساری تاریخ کے دباؤ کے ساتھ یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ یہاں اسلام کو کارفرما ہونا چاہیے، مگر پاکستان کی مختلف حکومتوں کے کارپرداز اسلام کا نام لے لے کر اسلام کا راستہ روکتے رہے۔ اور اسلامی اصول و احکام کو علی الاعلان توڑتے رہے۔ اب جس نئے دورِ تضاد کا خطرہ ہے اُس کے ابتدائی آثار بتاتے ہیں کہ اُوپر سے اسلام کے لیے ایک حکم جاری ہوگا، اور نیچے اُس حکم کی شکل و صورت مسخ ہو جائے گی۔ اُوپر سے ایک معاشی یا اخلاقی یا تعلیمی پالیسی بنے گی، لیکن جامۂ عمل اسے اس شکل میں پہنایا جائے گا کہ اسلام کی رُوح ماتم کرتی رہ جائے۔

بلکہ پیچیدہ مسئلہ تو یہ ہے کہ سوچنے کی بالائی سطح پر بھی کیا یکسوئی کارفرما ہو سکے گی یا جنرل محمد ضیاء الحق اور اُن کے مشیران و رفقاء اور اُن کے وزارتی معاونین سب سے افکار و نظریات کا ایک دھارا نہیں ہوگی بلکہ آبشار سے گرنے والی جوئے کہستان کی طرح الگ الگ دھارے مختلف سمتوں میں بہتے رہیں گے۔ جو ذرا آگے جا کر بھی آپس میں نہ ملیں۔

سوچنے کی بالائی سطح ہو یا عمل کرنے کی نچلی سطحیں، اشد ضروری ہے کہ تضادات کی روک تھام کی جائے۔ یہ نہ ہو کہ ایک شعبے کے اسلامی احکام اور دوسرے شعبے کے اسلامی احکام آپس میں متناقض

ہوں، یا ایک ہی حکم کی عملی تعبیرات مختلف افسران اور کارکنان مختلف شکلوں میں کرتے رہیں، یا مثلاً اسلامی نظام تعلیم کی انتظامی باگ ڈور کسی قادیانی کے ہاتھ میں ہو اور اس کی نصابی تدوین کسی مارکسی کے سپرد، اور اس کی تدریسی قیادت کسی سیکولر ذہن کے مفاد پرست اور طالع آزما کے قابو میں۔

اس طرح کے تضادات سے بچنے کے لیے ویسی مردم شناسی کی ضرورت ہے جیسی حضرت عمرؓ فاروق کو حاصل تھی۔ جسے کام کا آدمی پایا اُسے مناسب ذمہ داری سونپ دی، اور جسے مناسب نہیں سمجھا اُسے یا تو کام سپرد ہی نہیں کیا، یا اگر تجربے سے اس کی کوئی کمزوری سامنے آگئی تو اکھیڑ بھی دیا۔

آج کی ریاستوں میں یوں بھی ہر نظریے کے لوگ اس امر پر نظر رکھتے ہیں کہ کہاں کس خیال اور کردار کا آدمی بیٹھا ہے، اور غلط قسم کے افراد پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ ان کی ہر سفارش، ہر رپورٹ، ہر نوٹ اور ہر تجویز کو کڑی تنقید سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کی زد کہاں کہاں پڑے گی۔

میں تو یوں سوچتا ہوں کہ سربراہ مملکت کے سامنے جنگی نقشے کی طرح ایسا خفیہ تفصیلی نقشہ ہونا چاہیے جس کو ایک نظر دیکھ کر وہ جان سکے کہ کہاں کہاں غلط ذہن یا کردار کے لوگ بیٹھے ہیں — کس وزارت میں، کس دفتر میں، کس ادارے میں، کس اسکول میں، کس تھانے میں، کس ریڈیو اسٹیشن اور کس ٹیلی ویژن اسٹیشن میں اُن کا کوئی اڈا ہے (اور ایسے اڈوں کو سُرخ نشان سے نمایاں کیا جائے) — اور پھر اُن کے دائرۂ کار سے متعلق جب کوئی اہم بات سامنے آئے، اسلام کے خلاف یا پبلک کے لیے کوئی ضرر رساں صورت واقع ہو تو وہ بطورِ خاص خطرے کے مقامات کا نوٹس لیں۔ جہاں غلط عناصر کی قوت مجتمع ہو اُسے بکھیر دیں، جو شخص کسی واضح غلط حرکت کے ارتکاب کی جسارت کرے اُسے گرفت میں لیا جائے، اور اسلام کے مفاد کو ہر چیز پر مقدم رکھتے ہوئے اس کی خاطر بڑے سے بڑے قابل اور مقرب شخص کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی جائے۔

ورنہ اگر مزاحم عناصر بے محابا اپنا کام کرتے رہیں تو اُن کی سرگرمیاں اسلامی نظام کے اجرا کی پوری اسکیم کو خراب کر سکتی ہیں — اور کر رہی ہیں۔

اب آیئے محولہ بالا آیت سے اقتباس نور کرتے ہوئے اس لائحہ عمل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے جو مسلم قیادتوں

اور حکومتوں کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔

پہلی چیز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ یعنی نیکی کی دعوت اور بدی کی مناہی۔

واضح رہے کہ نیکی اور بدی اسلام میں کوئی گول مول تصورات نہیں ہیں کہ آپ جن چیزوں کو چاہیں نیکی اور جن کو چاہیں بدی قرار دے لیں۔ بنیادی طور پر معروفات وہ ہیں جن کو قرآن و سنّت کے منصوص اوامر و نواہی میں واضح اور متعین کردیا گیا ہے۔ درجۂ ثانی پر وہ معروفات و منکرات آتے ہیں جنہیں معروف و منکر کے قرآنی ضوابط کی روشنی میں، اُن کے مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہادی طور پر نئے حالات و مسائل کا سامنا کرتے ہوئے اصحاب علم وحکمت متعین کریں۔

معروف و منکر کا گویا ایک متعین ضابطہ ہے جس کے لیے حکومت واختیار نہ ہونے کی صورت میں محض دعوت دی جاتی ہے، حکومت واختیار کی صورت میں باقاعدہ امر و نہی سے کام لیا جاتا ہے۔ یعنی امر کو اختیار اور جاری کرنے کے لیے مثبت حکم دیا جاتا ہے۔ اور منہیات کے متعلق قوت سے انسداد اور امتناع کی تدابیر کی جاتی ہیں۔

معروف کو قائم کرنے کے لیے مثبت اوامر کے دائرے میں اوّلین مقام اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ کا ہے۔ اور منہیات میں صریح منکرات و فواحش اور کبائر اور مظالم کا انسداد ضروری ہے ـــ تعمیری و انسدادی دونوں قسم کے کام شرعی قوانین کے اجرا کے متقاضی ہیں۔

الرسولُ النبی کے لائحہ عمل کا دوسرا جزو پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام ٹھیرانا ہے۔ یہ شعبۂ کار بھی دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی کا ایک شعبہ ہے۔ خدائی ہدایت کی روشنی سے جب لوگ محروم ہو جاتے ہیں تو کتنی حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال ٹھیرا لیتے ہیں۔ یعنی حلال و حرام دونوں گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ لوگوں میں یہ تمیز باقی نہیں رہتی کہ وہ پاکیزہ اور خبیث چیزوں کو الگ الگ متعین کرسکیں بلکہ وہ اپنے من گھڑت نظریات اور عقیدوں اور خواہشوں اور جذباتی کیفیات اور گروہی تعصبات کے تحت حلال و حرام کا اپنا ایک ضابطہ بنا لیتے ہیں۔ اور ہرچند کہ ضابطۂ حلال و حرام کا اصطلاحی اطلاق زیادہ تر کھانے پینے کی چیزوں پر ہوتا ہے، مگر فی الحقیقت شریعت الٰہیہ خیالات و افکار اور رسوم و شعائر اور عادات و اطوار اور کلام و نگاہ میں بھی حلال و حرام کی تقسیم کرتی ہے۔

کسی بھی حکومت و قیادت کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے زیرِ اقتدار معاشرے میں اسلام کے اُسی ضابطہ حلال و حرام کو بہ قوت نافذ کرے جس کے رُو سے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی[1] چیزوں کو حرام ٹھیرایا گیا ہے اور اسی کسوٹی پر آئندہ کے لیے اجتہادی فیصلے کیے جاسکتے ہیں۔

الرسول النبی کے اعلامیہ کا تیسرا بڑا جزو یہ ہے کہ وہ لوگوں پر جو بوجھ لدے اور جو زنجیریں ان کو جکڑے ہوئے ہیں، اُن سے انہیں نجات دلانا ایک اہم مقصدِ بعثت اور مدعائے ہدایت ہے۔

اگر باقی سارے قرآن اور تلقینات و معمولات نبوت کو الگ رکھ کے اِصر و اغلل کا مفہوم متعین کیا جائے تو ایک اشتراکیت زدہ ذہن اس ترکیب سے ایک معنی لے گا، مغربی لبرلزم کا مسحور دوسرے معنی نکالے گا۔ اور اسی طرح دوسرے مختلف نظریات کے لوگ اپنے اپنے من مانے معنی اخذ کرسکتے ہیں۔ مگر اِصر و اغلل کا صرف وہی ایک مفہوم صحیح و معتبر ہے جو پورے قرآن سے ہم آہنگ ہو اور خاص طور پر زیرِ غور آیت کے دوسرے اجزاء کے مطابق۔

انسانیت کے لیے قرآنی نقطۂ نظر سے بوجھ اور زنجیریں وہ تمام چیزیں ہیں جو خدا ورسول کی شریعت سے سند لیے بغیر انسانوں نے ایجاد کیے ہوں اور اپنے اوپر یا دوسروں کے اُوپر مسلط کر دیے ہوں۔ تمام وہ نظریات، تمام عقیدے، تمام رسومات، تمام تقریبات، تمام معاشرتی ضابطے، تمام سیاسی قاعدے، تمام معاشی طور طریقے، تمام اخلاقی تصورات، نیکی کے تمام معیارات اور ترقی کے تمام وہ خطوط جو خدا کی تعلیم اور رسولؐ کی سنّت کے دائرے میں نہ آتے ہوں وہ سب اِصر و اغلل ہیں۔ ایسے تمام اِصر و اغلل کو ختم کر دینا اور کسی قوم کے تمام افراد کو اُن سے نجات دلا دینا یہ ہر اُس حکومت و قیادت کا کام ہے جو خدا و رسولؐ اور اسلام سے اپنے آپ کو نسبت دیتی ہو۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ہر دائرے اور ہر شعبے میں

---

[1] بعض ماکولات و مشروبات بھی، اور بعض معمولات و رسومات بھی ظاہری صورت میں دلکش معلوم ہوتے ہیں، مگر اُن کے نتائج و اثرات کسی فرد، اس کے خاندان، اس کے احباب، اس کی اولاد، اور پورے معاشرے کے لیے دینی و اخلاقی لحاظ سے خصوصاً اور دوسری صورتوں میں عموماً مضر ثابت ہوتے ہیں، جیسے شراب اور زنا کا معاملہ ہے۔

ایسے اِصر و اغلال کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ختم کرے جو انسانوں پر اندر کی طاقتوں یا باہر کی طاقتوں نے لاد دیے ہوں۔ ایسے اِصر و اغلال طریقِ حکمرانی میں، معاشی نظام میں، تعلیم میں بیورو کریسی میں، انتظامیہ میں، خاندانی زندگی میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اسلام کی پابندیوں کا ہلکا پھلکا جوا لوگوں سے اٹھوانے کے لیے ضروری ہے کہ جاہلیت کے بھاری جوئے اُن کے کندھوں سے اُتار دیے جائیں۔